امام رضاؑ اور ان کی ولی عہدی ایک اجمالی تجزیہ

رئیس احمد جارچوی
مدیر ماہنامہ ناصر دہلی

خداوند عالم نے انسان کو پیدا کیا اس کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھا، جہاں اللہ نے انسانوں کے کھانے کے لئے رزق پیدا کیا وہیں ان کی ہدایت کے لئے ہادیان برحق اور معصوم رہبروں کا سلسلہ بھی قائم کیا۔ رزق اور غذا کا کام تھا کہ انسانی اجسام کو مضمحل اور کمزور نہ ہونے دیں تو معصوم رہبروں کا کام تھا کہ انھیں روحانی بیماریوں سے بچالیں۔ اور اس پر روحانی فساد کے تمام دروازوں کو بندکردیں اس سلسلے میں اللہ نے حضرت آدمؑ سے حضرت ختمؐ المرسلین تک جو نمائندے بھیجے وہ اصطلاح شریعت میں انبیاء کہلائے۔

نبی کے معنی خبر دینے والے کے ہیں یعنی کسی جگہ بیٹھے ہوئے مجمع میں کوئی شخص باہر سے آکر کچھ کہے یہ خبر ہے۔عرف عام میں ہر خبر دینے والے کو نبی کہا جاسکتا ہے۔مگر عرف شریعت میں اسے نبی کہا جاتا ہے جو انسانوں کے لئے خبروں کی صورت میں الٰہی پیغام پہونچائے اور انھیں اچھائیوں کا حکم دے اور مخرب اخلاق و معاشرہ عادتوں سے منع فرمائے۔

یہ صورت ایسی ہے کہ نبی کی آمد کا سلسلہ اسی وقت تک باقی رہنا چاہئے جب تک غیب خدا کے خزانوں میں کوئی خبر موجود رہے جسے لوگوں تک پہونچانا مقصود ہو اور جب خبر ختم ہوجائے تو نبیوں کے اس مقدس سلسلہ کو بند ہوجانا چاہئے۔مگر اہم سوال یہی ہے کہ انبیاء کا براہ راست تعلق انسانوں سے ہے۔ ان کی بعثت کا مقصد انسانوں کی ہدایت کرنا اور انہیں گمراہی کے تاریک غار سے نکال کر آگہی کے روشن میدان میں لانا ہے۔جیسا کہ کلیہ کے طور پر سرور کائنات محمد مصطفیٰؐ کی بعثت کے تعلق سے ارشاد ہوا۔

الٓرٰ کتٰبٌ انزلنا الیک لتخرج النّاس من الظّلمات الی النّور الخ ۱؎

یہ ایک کتاب ہے کہ اسے آپ کی طرف ہم نے نازل کیا تا کہ آپ نکال لائیں لوگوں کو ظلمتوں سے نور کی طرف۔

سرورِ کائنات چونکہ وجہ بنائے کائنات ہیں اور تمام انبیاء کے سردار ہیں، ان کے مبارک وجود سے یہ خود بخود ثابت ہوجاتا ہے کہ ہر نبیؑ کی آمد کا مقصد یہی ہے کہ بندگان خدا کو گمراہی اور ضلالت و مذلّت کے قعر سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لے آئے۔

لیکن قرآنی اصطلاح کے مطابق ہر قوم کا ایک لیڈر ہوتا ہے جسے قرآنی زبان میں ''امامؑ'' کی اصطلاح سے جانا جاتا ہے۔ امامؑ کے اصل معنی آگے چلنے والے یا آگے رہنے والے کے ہیں۔ اس کے برعکس نبی خبر دینے والا ہوتا ہے جو مجمع میں کسی بھی جگہ رہ کر خبر دے سکتا ہے مگر امام ہر معاملے میں آگے رہنے کی بنا پر امام ہے اور امامؑ کا وجود اس وقت تک ضروری ہے جب تک امّت موجود ہے سب اس کے پیچھے چلنے والے ہیں اور امام آگے چلنے والے ہیں۔ امام کا تعلق ماموم سے ہے اگر ماموم ہیں تو امام کی ضرورت ہے اس لئے کہ امام کا تعلق قانون سے ہے کیونکہ ماموم کو قواعد وضوابط حیات سے آگاہ کرنا ہے۔ یہیں سے یہ بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ امام اور امامت کا سلسلہ اس وقت تک چلتا رہے گا جب تک امت محمدیہ کا ایک بھی فرد موجود ہے ابھی تک ہم اس سلسلہ امامت سے متعلق گفتگو کررہے تھے جو امام برحق اور نبی کی طرح معصوم ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ وہ امام بھی ہیں جو امام باطل کہلاتے ہیں۔ اللہ کی کتاب میں ان کے لئے ایک مخصوص اصطلاح بھی ہے۔ ہم کتاب اللہ میں دونوں طرح کے اماموں کو تلاش کرتے ہیں۔

۱۔ وجعلنا هم ائمة يّهدون بامرنا واوحينا اليهم فعل الخيرات۲

اور ہم نے انہیں امام بنایا۔ وہ ہدایت کرتے ہیں ہمارے حکم سے۔اور ہم نے وحی کی ان کی طرف نیک کام کرنے کی۔آیت میں یہ بات بہر حال قابل غور ہے کہ اللہ نے ان کی طرف نیکیوں کے انجام دینے کی وحی کی تو لازماً پہلے سے انہیں نیکیوں کا علم ہونا ضروری ہے۔ یا وہ نیکیاں ہی بطور وحی ان پر اتاری گئیں۔ اگر پہلی بات کو درست مان لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ وہ وحی سے پہلے ہی خیرات وحسنات کے عالم ہوتے ہیں اور اگر دوسری بات صحیح ہے تو یہ مانے بغیر چارہ نہیں کہ بلاشبہ خدا نے تو ان کی طرف نیکیوں کی وحی کی مگر نیکیوں کی انجام دہی میں وہ مختار ہیں اور اسی اختیار کو استعمال کرنے کی بنا پر وہ امام بنائے گئے ہیں۔

ایک بات قابل غور ہے کہ اللہ فرماتا ہے ''یھدون بامرنا'' وہ ہدایت کرتے ہیں ہمارے حکم سے۔ آیا یہ حکم موقتاً ہوتا ہے یا مطلقاً۔ یعنی جب جب وہ ہدایت کریں تب تب حکم پروردگار ہوتا ہے یا ''بامرنا'' ''ہمارے حکم سے'' میں عمومیت ہے۔ کہ وہ ہر وقت مامور بہ ہدایت ہیں ان کا ہر وقت مامور بہ ہدایت ہونا ان کی امامت کی مستقل دلیل ہے۔ جس کا ثبوت آیت کے آخر میں ''کانوالنا عابدین'' ''وہ ہمارے لئے ہی عبادت کرنے والے ہیں۔'' گویا کہ ان کے متعلق یہ وضاحت بھی کردی گئی کہ وہ ہر حال میں اور ہر منزل پر خدا والے ہیں۔ اور اسی کی طرف سے مامور ہیں۔

۲۔ دوسری قسم کے اماموں کی وضاحت اس طرح ہے۔

''وجعلنا هم أئمة يّدعون الى النّار ويوم القيامة لاينصرون۔'' ۳؎

اور ہم نے ان میں قرار دے دیا ایسے امام کہ جو بلاتے ہیں جہنم کی طرف اور ان کی قیامت میں بھی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ آیت سے صاف واضح ہوتا ہے کہ بعض افراد کی شرارتوں اور شیطنت کی بنا پر انہیں ان لوگوں کا رہبر وامام بنادیا گیا جو شریر ٹولہ ہے۔ یہاں ''جعل'' کے معنی بنانا نہیں بلکہ قرار دینا ہے یعنی خود ان کے افعال کی بنا پر انہیں اسی گمراہی میں چھوڑ دیا گیا کیوں کہ انتہائی کوششوں کے بعد بھی انہوں نے نہ صرف اپنی راہ کو نہیں چھوڑا بلکہ اللہ کے حکم سے ہدایت کرنے والے اماموں کی تکذیب بھی کی۔ چونکہ وہ حق کی تکذیب کے مرتکب ہوئے تھے اس لئے وہ باطل کے امام قرار پاگئے۔ اور یہ بھی بتادیا گیا کہ قیامت میں ایسے اماموں اور ان قوموں کی قطعاً مدد نہیں کی جائے گی۔

رہا امام حق کا معاملہ تو وہ ہر وقت مدد کیا جائے گا، وہ منصوص من اللہ ہے اور مامور بہ ہدایت مطلقہ ہے ایسا امام دنیاوی شان وشوکت اور مادی جاہ وجلال سے نہیں پہچانا جاتا ہے۔ حکومت کا سازو سامان اس کے مرتبہ میں کوئی اضافہ نہیں کرتا۔ یہی سبب ہے کہ مامون الرشید کی خواہش کے تحت امام رضاؑ کو ولی عہد بنایا جانا تاریخ کا حصہ تو بنا مگر امامؑ کی شان اور ذمہ داریوں میں اضافہ نہ کرسکا۔

مسلم شہنشاہوں کی جتنی بھی تاریخیں لکھی گئیں ان سب میں امام رضاؑ کی ولی عہدی کا ذکر موجود ہے اور یہ بھی کہ امام رضاؑ نے اس سے انکار فرمایا۔ آپ کا انکار اسی لئے تھا کہ اس منصب سے آپ کی شان میں کوئی اضافہ ہونے والا نہ تھا بلکہ اس سے خود مامون کو فائدہ پہونچنے والا تھا۔ امام علم

امامت سے یہ جانتے تھے کہ ولی عہدی کا پورا فائدہ مامون کو پہونچے گا۔خود آپ کی ذات کے لئے اس سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔

حالات: اہل اسلام کی مرتبہ تاریخ شہنشاہیت میں ہارون الرشید عباسی کا نام سرخیوں میں لکھا ہے۔منصور دوانیقی کے بعد یہی بادشاہ ہے جس نے عباسی حکومت کی جڑوں کو مزید مستحکم کیا اور نبی ہاشم کو کمزور بنانے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔اس بادشاہ کی حکومت وسیع وعریض تھی۔ ہارون نے اپنے آخری زمانۂ حیات میں اس وسیع سلطنت کو دو حصوں میں بانٹ دیا۔ایک حصہ عرب تھا اور دوسرا عجم۔ امین چونکہ عرب عورت کے شکم سے تھا اس لئے اسے عربوں کا حاکم بنایا اور مامون کو عجم کا حکمراں نامزد کردیا۔ ابھی ہارون زندہ ہے اس لئے کسی بھائی میں اختلاف کے سرابھارنے کی ہمت نہیں ہے اور جیسے ہی ہارون کا انتقال ہوا مفاد پرستوں نے دونوں بھائیوں کے درمیان اختلاف کا بیج بو دیا۔ بیج پودا بنا اور پھر پودے سے تناور درخت بن گیا اور امین ومامون نہ صرف میدان جنگ میں آمنے سامنے آئے بلکہ مامون نے امین کا چراغ حیات گل کردیا۔ ؎ بھائی کی لشکرکشی سے بھائی کا مارا جانا مامون کو مہنگا پڑا اور عربوں میں مامون کے خلاف لہر دوڑ گئی، گو اب امین کے حصے پر بھی مامون ہی حاکم تھا مگر رعیت کے ذہنوں میں نفرت بھری تھی۔ اس عمل سے بنی عباس بھی ناخوش تھے مگر حکومت کی مراعات سے ان کے منہ بند ہوگئے تھے۔ادھر علوی اور فاطمین بھی کہیں نہ کہیں علم بغاوت بلند کردیتے تھے لہٰذا دونوں حالتوں اور محاذوں سے نمٹنے کے لئے مامون نے جو منصوبہ تیار کیا وہ یہی تھا کہ امام رضا علیہ السلام جو عرب بھی ہیں اور علویین کے امام بھی ،انہیں کو ولی عہد بنایا جائے تاکہ دونوں محاذوں پر بیک وقت مضبوط گرفت ہوسکے۔ مامون کے اس منصوبے کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ اس حکمت عملی سے بنی عباسیوں کے علاوہ سب خاموش ہوگئے۔ اور بنی عباس کو خود مامون نے یہ کہہ کر چپ کردیا کہ یہ حکومت سے متعلق حکمت عملی کا حصہ ہے۔

منصوبہ: امین کے قتل کے بعد مامون بلاشرکت غیر اسلامی سلطنت کا تاجدار تھا۔ اب اس کی نظر صرف امام رضا علیہ السلام پہ ٹکی تھی وہ جانتا تھا کہ اس کے برابر کا بادشاہ قتل ہوچکا ہے وہ ضرور اسلامی حکومت کا بادشاہ تسلیم کرلیا گیا ہے مگر اسلام کی عظیم حکومت کا وارث امام رضاؑ ہیں۔جن کا زہدو تقویٰ علم وسیاست پورا عرب وعجم تسلیم کرتا ہے اور انہیں اسلام لانے والے رسولؐ محمد مصطفیٰ سے رشتہ

بھی ہے۔ ان کو جو قرابت حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں ہے گو بنی عباس چچا کی اولاد ہیں مگر وہ بیٹی کی اولاد ہونے کی بنا پر وارث حقیقی ہیں۔ کسی بھی وقت عوام ان کی طرف جھک سکتے ہیں ان کی باتیں اور وہ عوام میں بیحد مقبول ہیں اس لئے مامون نے امین کے قتل کے بعد ہی یہ تہیّہ کرلیا تھا کہ کسی بھی طرح امامؑ کا چراغ حیات گل کردیا جائے۔

امام رضا علیہ السلام کا مدینہ سے سفر بھی حکومت وقت کی حکمت عملی ہی تھی کہ انہیں ''مدینہ'' سے ''مرو'' بلوایا گیا مرو عجم کا دارالسلطنت ہونے کی وجہ سے خراسان کا بہترین شہر شمار کیا جاتا تھا۔ حکومت چاہتی تو آپ کو مدینہ میں ہی قتل کیا جاسکتا تھا مگر اس نے اس باب میں انتہائی محتاط رویہ اختیار کیا اور ایک جماعت اس غرض سے مدینہ بھیجی گئی کہ امام رضاؑ کو اپنے ساتھ لیکر آئیں۔ اس جماعت کے فعال افراد رجاء بن ابی ضحاک اور یاسر جو خادم تھا۔ یہ لوگ امام کے پاس مدینہ آئے اور بادشاہ کی خواہش کا ذکر کیا۔ یہ بظاہر بادشاہ کی مشتاقانہ خواہش تھی مگر اس کا امامؑ پر جو اثر ہوا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امامؑ اس طلبی کا مقصد اچھی طرح جانتے تھے۔ آپ اس سفر سے راضی نہیں تھے۔ نہ چاہتے ہوئے سفر پر جانے سے واضح ہوتا ہے کہ ممکن ہے اس ضمن میں آپ پر سختی بھی کی گئی ہو اور آپ جبراً سفر کے لئے آمادہ ہوئے ہوں۔ امام ' مروٗ میں اپنی طلبی کے مقصد سے واقف تھے۔

مخول سجستانی کا بیان ہے کہ میں اس وقت مدینہ میں ہی تھا جب خراسان سے نمائندے آپ کو لے جانے کے لئے مدینہ آئے تھے۔ سجستانی کا بیان ہے کہ ''امام مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور اپنے جدنامدار کی قبر مطہر سے رخصت ہوکر باہر نکلے تو آپ بلند آواز سے گریہ فرمارہے تھے'' ''میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، سلام کیا۔ امامؑ نے فرمایا میں اپنے جد کی قبر سے دور جارہا ہوں میری موت عالم غربت میں ہوگی اور ہارون کے برابر دفن کیا جاؤں گا''۵؎

''بحار الانوار'' کی ایک اور روایت کے مطابق آپ نے اپنے اہل خاندان کو بلوایا اور حکم دیا کہ بلند آواز سے مجھ پر گریہ کریں میں سفر پر جارہا ہوں پھر آپ نے ان کے درمیان بارہ ہزار دینار تقسیم کرکے فرمایا شاید میں دوبارہ تم لوگوں کے پاس واپس نہ آسکوں۔ ۶؎

اس طرح کی اور بھی روایتیں ہیں جن سے صرف نظر کرتے ہوئے مختصراً یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ امام اس سفر کے انجام سے بخوبی واقف تھے۔

امام رضاؑ کو آمادہ سفر کیا گیا اور '' ۲۰۰ھ کو آپ نے مدینہ منورہ کو خیر باد کہا'' ۷؎ اور بصرہ سے

بطریق کوفہ اور بغداد ہوتے ہوئے قم میں داخل ہوئے ۸ امام علیہ السلام جب ''مرو'' پہونچے تو مامون نے عمائد بن شہر کے ساتھ آپ کا استقبال کیا اور پہلی مجلس میں اپنی خواہش ظاہر کی کہ آپ کو یہاں زحمت دینے کا سبب یہ ہے کہ اس خلافت کو میں آپ کے سپرد کردوں۔ بظاہر یہ پیشکش مامون کی نیک نیتی کی غمازی کرتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کی تہوں میں یمن اور حجاز میں اٹھنے والی انقلابی تحریکوں کا سدباب کرنا ہے۔ امامؑ نے اس کے جواب میں جو حکیمانہ گفتگو فرمائی اس سے آپ کی علمی بلندی اور سیاسی تدبیر کا اندازہ کسی حد تک ممکن ہے۔ آپ مامون سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''اگر خدا نے خلافت کو تمہارے لئے قرار دیا ہے تو تمہارے لئے جائز ہے کہ تم دوسرے کو سونپ کر خود کو معزول کرلو۔ اور اگر خلافت تمہارا حق نہیں ہے تو تمہیں اس کے دینے کا اختیار ہی نہیں ہے۔'' ۹

امامؑ نے اس مسئلہ پر غور وفکر کے لئے فرمایا۔ دو مہینے اسی پس و پیش میں گذر گئے۔ مامون نے جب یہ محسوس کرلیا کہ آپ خلافت کے لئے تیار نہیں ہیں تو اس نے شاہی لہجے میں اپنی ولی عہدی کی پیشکش کی، امامؑ نے اندازہ فرمالیا کہ اب اس کے علاوہ چارہ بھی نہیں ہے۔ پھر بھی آپ نے اپنے متعلق وضاحت فرمادی'' کہ میرے آبائے کرام نے اس کی خبر دیدی ہے کہ میں تجھ سے پہلے اس دنیا سے رخصت ہوجاؤں گا اور مجھے زہر دیکر شہید کیا جائے گا'' ۱۰

امامؑ کے اس اظہار کے بعد ولی عہدی کا منصب بے معنی ہوکے رہ جاتا ہے کیونکہ ولی عہد سلطنت اسی وقت خلیفہ ہوگا جب مامون کے بعد زندہ رہے گا۔ مگر مامون کا مقصد بھی یہی تھا کہ آپ ولی عہدی کو قبول کرلیں تاکہ عوام کی زبانیں بند ہوجائیں ورنہ مامون کو معلوم تھا کہ امام جو فرمارہے ہیں وہ حرف بہ حرف صحیح ہے اور ایسا ضرور ہوگا اس لئے کہ یہی علم رسولؐ اور کتاب وحکمت کے حقیقی وارث ہیں۔

اگرچہ امامؑ مستقل منع فرمارہے تھے پھر بھی ولی عہد بنائے گئے کیونکہ مامون نے صریحاً آپ کے قتل کی دھمکی دیدی تھی ایسا نہیں کہ آپ نے ولی عہدی کو جان کے خوف کی وجہ سے قبول کیا بلکہ خود کو ہلاکت سے بچایا۔ یہی حکم خدا بھی تھا ''لاتلقوا بایدیکم الی التّهلکه'' ۱۰ خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

یہ ۶ ؍رمضان المبارک ۲۰۰ھ تھی کہ آپ کو اعیان حکومت عمائدین سلطنت اور جم غفیر کے سامنے مامون کا ولی عہد نامزد کر دیا گیا۔ آپ کے لئے کرسی خاص بچھائی گئی۔ آپ کے پہلو میں مامون کی کرسی تھی، سب سے پہلے مامون نے اپنے بیٹے عباس کو حکم دیا کہ آپ کی بیعت کرے۔ عباس نے بیعت کی پھر یکے بعد دیگرے سب نے بیعت کی۔ یہی نہیں کہ مامون نے آپ کو اپنا ولی عہد بنایا بلکہ اپنی بیٹی ام حبیبہ کی شادی بھی آپ سے کر دی تا کہ عوامی سطح پر یہی پیغام جائے کہ بادشاہ کا رشتہ ولی عہد سے بہت مضبوط ہے۔ مگر سیاست بانجھ ہوتی ہے۔ ماہ صفر ۲۰۳ھ کی ایک رات میں اسی مامون نے آپ کو انگوروں میں زہر ملا کر کھلایا جس کے سبب آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ ۱۲

ولی عہد کرتے وقت آپ کی زبان مقدس سے نکلا ہوا ایک ایک حرف حق ثابت ہوا۔ آپ مامون سے پہلے ہی زہر کے ذریعہ شہید کر دیئے گئے۔ یہی فرق ہے ولی عہد سلطنت اور امامؑ وقت میں۔

حوالے:

۱۔سورۂ۔ابراہیم۔۱

۲۔سورۂ انبیاء آیت ۴۷

۳۔سورۂ قصص، آیت ۴۱

۴۔الکامل فی التاریخ، جلد ۶

۵۔بحارالانوار، جلد ۴۹

۶۔بحارالانوار، جلد ۴۹

۷۔منتہی الآمال، ج ۲، ص ۲۸۳

۸۔فرحۃ القریٰ

۹۔منتہی الآمال، ج ۲، ص ۲۸۸

۱۰۔منتہی الآمال، ج ۲، ص ۲۸۳

۱۱۔القرآن

۱۲۔منتہی الآمال